فلسطین کے بارے کیوں؟ ہمارا کیا لینا دینا ہے؟ اسلام سے کیا لینا دینا؟

1۔وحدت شعور احساس امت واحدہ {وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ} . (آية 52– سورة المؤمنون)

امت مسلمہ جسد واحد کی طرح ہے اور اسے ایک ہی عقیدہ و منہج کا حامل ہونا چاہیے اور یہ عقیدہ و منہج وہ ہے جو صحابہ و تابعین اور اھل السنہ کا منہج و عقیدہ ہے

مسلمان ہونے کے باوجود بہت سے گروہ اس عقیدے سے منحرف ہو گئے ہیں؟ اب کیا وہ بھی ہمارے لیے جسد واحد کی طرح ہوں گے؟؟ اس میں بہت سے لوگ افراط و تفریط کا شکار ہوں گئے ہیں،

امت میں جہاں جو احساسِ وحدت مطلوب تھا کفار نے اسے مٹانے کے لیے بہت سے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں، تاکہ امت کی وحدت کو پارا پارا کیا جاسکے۔

فإن إحساس الأمة المسلمة بحاجتها إلى اللقاء والتعاون إحساس منطقي وواقعي.. وذلك لأنها قد أضرت بها الخلافات.. وانهكتها النزاعات التي كانت سببا لضعفها وضياع حقوقها في عصر لم يعد يسمع فيه صوت الضعفاء ولا أنين الجرحى.

قال تعالى: {وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ} سورة الأنفال: آية 46

فارتفاع الأصوات المسلمة هنا وهناك تنادى بضرورة وحدة الأمة واجتماع كلمتها أصوات صادقة ينبغي أن تتجاوب لها الأقطار الإسلامية لتنقذ نفسها وتحمى حقها. قال تعالى: {وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلا تَفَرَّقُوا}سورة آل عمران: آية 103

- الشعور بهذه القضية ومن أعظم ما يحارب اليوم هو قتل هذا الشعور وتكالب ملة الكفر بجميع اسلحتها الإعلامية(فلهذا اتوا بشعور القومية والجغرافية)

لو كانوا يحبون الله ورسوله والدار الآخرة "لأحبوا إخوانهم ، وأحبوا ما وصل إليهم من فضله ، وتألموا بما يصيبهم من المصيبة.

ومن لم يسره ما يسر المؤمنين ويسوءه ما يسوء المؤمنين فليس منهم .

ففي الصحيحين عن عامر قال سمعت النعمان بن بشير يخطب ويقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد الواحد. إذا اشتكى منه شيء تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر.

وفي الصحيحين عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك بين أصابعه "

- مَن لَمْ تُوقظه هَذهِ الآلاَم والمآسِي وتكالُب الأعدَاء فقَدْ لا يستيقِظ بَعْدَ ذلكَ إلاَّ في قبرِهِ – .الشَّيخ أحمَد السيّد

- عن البراء، قال: صلينا مع النبي صلى الله عليه وسلم نحو بيت المقدس ستة عشر شهرًا، أو سبعة عشر شهرًا – شكَّ سفيان – وصرف إلى القِبلة (صحيح سنن النسائي صححه اللالباني)

- وليوشكن أن يكون للرجل مِثْل شطن فرسه من الأرض حيث يَرى منه بيت المقدس خيراً له من الدنيا جميعاً ". رواه الحاكم (4 / 509) وصححه ووافقه الذهبي والألباني كما في "السلسلة الصحيحة."

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت قریب ہے کہ ایک شخص کے پاس اس کے گھوڑے کی رسی کے برابر ایسی زمین کا ہونا جہاں سے اس کی نظر بیت المقدس پر پڑتی ہو؛ اس کیلیے تمام دنیا سے بہتر ہوگا۔ "

- حسبنا الله ونعم الوكيل : كلمة توكل واستعانة وتفويض إلى الله.

(وحسبنا الله) أي: كافينا كل ما أهمنا (ونعم الوكيل) المفوض إليه تدبير عباده، والقائم بمصالحهم.

وقد قالها خليل الرحمن إبراهيم عليه السلام حين ألقي في النار.

وقالها رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه حين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم (الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ)

ومن كان الله حسبه ووكيله ، فلن يضيع إن شاء الله. وكفي بالله حسيبا – وكفى بالله وكيلا.

- الأمم تتداعى علينا من كل حدب وصوب.

ونحن لسنا قلة.

بل إننا كثير وكثير جدا فقد تجاوزنا المليار.

لكننا غثاء ، كثرة بلا ثمرة ، وأعداد بلا فعل ، ولا يهابنا أحد!!

ولماذا نحن غثاء ؟

لما أصابنا من الوهن الذي تمكن منا.

وما الوهن ؟

حب الدنيا والركون إليها الذي ملك قلوبنا ، وجعلنا نكره الموت ، ونرضى بالحياة أي حياة ، ونخشى دفع الضريبة أي ضريبة!!

تلك هي القصة باختصار ، وانظر حولك تجدها رأي العين ، ثم اقرأ هذا الحديث النبوي متأملا:

قال صلى الله عليه وسلم " " يوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تدعى الأكلة إلى قصعتها،

فقال قائل: ومن قلة نحن يومئذ؟

قال: بل أنتم يومئذ كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم وليقذفن الله في قلوبكم الوهن،

فقال قائل:يا رسول الله وما الوهن؟

قال حب الدنيا وكراهية الموت"

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: >يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا<. فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: >بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ! وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ<، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: >حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ<.

ترجمہ:

سیدنا ثوبانؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ایسا وقت آنے والا ہے کہ دوسری امتیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو بلائیں گی جیسے کہ کھانے والے اپنے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔" تو کہنے والے نے کہا: کیا یہ ہماری ان دنوں قلت اور کمی کی وجہ سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" بلکہ تم ان دنوں بہت زیادہ ہوگے، لیکن جھاگ ہو گے جس طرح کہ سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں «وھن» ڈال دے گا۔" پوچھنے والے نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! «وھن» سے کیا مراد ہے؟ آپ

ﷺ نے فرمایا ''دنیا کی محبت اور موت کی کراہت۔''

تشریح:

1)اسلام اور مسلمانوں کی ہیبت اور غلبے کا راز کثرت عدد پر نہیں ہے بلکہ اللہ کے تقوے اور اس کے دین کی فی لواقع پابندی میں پوشیدہ ہے۔

2)دنیا کی محبت اور آخرت کی بے فکری بہت بڑا فتنہ ہے جو افراد بلکہ قوموں کو دنیا میں گمراہ کر کے رکھ دیتا ہے اور آخرت کی خرابی اس سے بڑھ کر ہے۔

سنن ابی داؤد حدیث نمبر: 4297

- ماضی سے توڑی گئی امت، جسے اپنی شناخت بھلادی گئی ہے، عقائد میں بگاڑ پیدا کر دیا گیا ہے، اپنے ائمہ کی تاریخ سے غافل کر دیا گیا ہے، اور مادیت پرستی کی دلدل میں دھکیل دیا گیا ہے، تبھی اپنے عزت و مجد کو حاصل کر سکے گی جب مادہ پرستی کی دلدل سے نکل کر ثقافتی زنجیروں کو توڑتے ہوے اپنے قدموں پر کھڑی ہو گی، عقیدہ کی اصلاح کرے گی اور جہاد کو اپنا شعار بنائے گی.
- کمزوری اور مغلوبیت کا وقت تب سے شروع ہے جب سلطنت عثمانیہ میں عقائد کا بگاڑ بہت بڑے پیمانے پر پھیلا اور اندرونی سازشیں مضبوط تر ہوتی چلی گئیں، سلطنت ٹوٹی اور امت پر ظلم وستم کا ایسا دور شروع ہوا جس کا تسلسل ابھی تک ٹوٹا نہیں استعاریوں کے مسلم دنیا میں ظلم وستم کا ایک لمبا وقت، سویت یونین سرخ ریچھ، سربیا اور بوسنیا، افغانستان اور عراق، برما، فلسطین، شام، فلپائن اور کہاں کہاں ایک جگہ پر سکون ہوتا ہے تو دوسری جگہ ظلم وستم کا در کھل جاتا ہے.
- یااللہ اس امت سے بے چارگی کے دن ختم کر دے، وہن اور ضعف سے دلوں کو خالی کر دے، امت کی مجد و عزت لوٹانے کی خواہش دلوں میں جگادے، عقیدے اور عمل کی اصلاح کر دے تو ہی خوب قدرت والا اور غلبے والا ہے.

موسی علیہ السلام کے مکے کی تاب نہ لاتے ہوئے ایک آدمی قتل خطا کا نشانہ بنتا ہے، فرعون جان بوجھ کر ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے۔ پھر بھی موسیٰ علیہ السلام کو کہتا ہے/:

"تیرا وہ کارنامہ جو تونے سرانجام دیا ہے"

آنکھیں موند لینا اور حقائق کو الٹ پلٹ کرنا ہی ہمیشہ سے مجرموں کی صحافت رہی ہے۔

ایرانی حمایت اور جاں گسل رد عمل؛ دونوں ہی پریشان کن ہیں، لیکن ان حالات میں کرنے کے کام سے غافل نہیں ہونا چاہیے:

-فلسطینیوں کے لیے دعا

-اسرائیل کے مکار اور مکروہ چہرے کی نقاب کشائی

-منافقین اور اسرائیل کے چمچوں کی پہچان

-مسلمانوں کو اسرائیل اور رافضی فتنے سے آگاہی دینا

-اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کو دشمن کے سپرد کر دینے والے مردہ دل والوں کے لیے دعائے ہدایت اور ان سے متعلق خوش فہمیوں کی اصلاح

-کفار کے طریقہ واردات کی پہچان

-مسلمانوں کو اپنی ذمے داری مسجد اقصی کی آزادی کا احساس دلانا اور آزادی کے اصل طریقے کی طرف راہنمائی کرنا

اسلام کے دشمن ایسے حالات کو مکمل طور پر اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں، ہم مسلمان عموما ایک چیز میں پڑ کر باقی چیزوں سے غافل ہونے لگتے ہیں اور ایسے مواقع کا درست استعمال نہیں کرتے

- مغربی طاقتوں نے تو اللہ کے دشمنوں کو اپنے تعاون کی یقین دہانی کروادی ہے کاش مسلمان قوتیں بھی اپنے بھائیوں کا دست و بازو بن کر کھڑے ہوتے.
- البعض يسيء لقضية غزة –دون أن يشعر– بدافع الغيرة والغضب، وذلك باستحقار المشاركات الإعلامية والمعنوية والمالية والقنوت والدعاء ونحو ذلك مما لا يستطيع أغلب الناس غيره، وذلك بالدعوة إلى حلول جذرية ليست بأيدي عامة الناس الذين يريدون نصرة إخوانهم بإمكاناتهم البسيطة، فيزداد الإحباط؛ لأنهم لا يستطيعون تقديم هذه الحلول الجذرية، ويتألمون غاية الألم لمصاب إخوانهم، وفي نفس الوقت يتمّ نسف جهودهم التي يبذلون فيها وسعهم.

وفي الحقيقة فإن هذه الجهود التي يستخفّ بها البعض مؤثرة جداً في هذا الحدث، ولها قيمتها، ويعتني بها العدوّ بصورة بالغة جداً ويحشد لها الكثير، مع كونه يمتلك الآلة العسكرية الضخمة.

والخلاصة: لا تحتقر أي شيء بإمكانك تقديمه، فالميدان واسع، وقد دعا النبي ﷺ أصحابه إلى التصدق ولو بشقّ تمرة حين رأى احتياج القوم الذين أتوه في غاية الفاقة والفقر.

- البعض يسيء لقضية غزة –دون أن يشعر– بدافع الغيرة والغضب، وذلك باستحقار المشاركات الإعلامية والمعنوية والمالية والقنوت والدعاء ونحو ذلك مما لا يستطيع أغلب الناس غيره، وذلك

بالدعوة إلى حلول جذرية ليست بأيدي عامة الناس الذين يريدون نصرة إخوانهم بإمكاناتهم البسيطة، فيزداد الإحباط؛ لأنهم لا يستطيعون تقديم هذه الحلول الجذرية، ويتألمون غاية الألم لمصاب إخوانهم، وفي نفس الوقت يتمّ نسف جهودهم التي يبذلون فيها وسعهم.

وفي الحقيقة فإن هذه الجهود التي يستخفّ بها البعض مؤثرة جداً في هذا الحدث، ولها قيمتها، ويعتني بها العدوّ بصورة بالغة جداً ويحشد لها الكثير، مع كونه يمتلك الآلة العسكرية الضخمة.

والخلاصة: لا تحتقر أي شيء بإمكانك تقديمه، فالميدان واسع، وقد دعا النبي ﷺ أصحابه إلى التصدق ولو بشقّ تمرة حين رأى احتياج القوم الذين أتوه في غاية الفاقة والفقر.

- أهمية عدم الوهن والضعف وهو مما امتدح الله به اتباع النبيين فقال تعالى ﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَٰتَلَ مَعَهُۥ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُواْ لِمَآ أَصَابَهُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَمَا ضَعُفُواْ وَمَا ٱسۡتَكَانُواْۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ سورة آل عمران **146** سورة آل عمران

ترجمہ:

اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ہمراہ بہت سے رب والوں نے جنگ کی، تو نہ انھوں نے اس مصیبت کی وجہ سے ہمت ہاری جو انھیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تفسیر:

[١٣٤]اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء اور مجاہدین کی مثال دے کر اہل احد کو ہدایت فرمائی ہے کہ اگر تمہیں وقتی طور پر شکست کا حادثہ پیش آ بھی گیا تھا تو اس وقت بے صبری یا بے دلی کا مظاہرہ کرنا ایمان والوں کا شیوہ نہیں۔ تم سے پہلے لوگوں پر اس سے زیادہ سختیاں آئیں۔ لیکن انہوں نے بے صبری اور بے دلی کا قطعاً مظاہرہ نہیں کیا نہ ہی باطل کے آگے سرنگوں ہوئے۔ یہ خطاب دراصل کمزور ایمان والوں سے ہے جن میں کچھ تو ابوسفیان کی پناہ میں آنے کی بات سوچ رہے تھے اور کچھ ارتداد کی۔

- اس آیت کے بعد اللہ تعالے کیا فرماتے ہیں مدد مانگنے سے پہلے استغفار کرنا ربانی لوگوں کا کام ہے **وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ**

ترجمہ:

اوران کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہااے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔

تفسیر:

اللہ والے مجاہدین کی عملی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ان کے قول کی خوبی بیان کی جارہی ہے کہ وہ لوگ اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے تھے، توبہ واستغفار کرتے تھے، اور اپنے رب سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں ثبات قدمی عطا فرمااور دشمنوں پر غلبہ دے۔

وهذه المعاني لا يدركها الا من يعرف معاني العبوديه

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے ہی دشمن غالب آجاتا ہے، اور شیطان کو مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کا موقع مل جاتا ہے، فتح وکامرانی کی شرط اول اللہ کی اطاعت وبندگی ہے، اسی لیے اللہ کے نیک بندوں نے کہا: انہیں معلوم تھا کہ ثبات قدمی اور نصرت وفتح اللہ کی طرف سے ملتی ہے، اس لیے انہوں نے اللہ سے ثبات قدمی اور دشمن پر غلبہ کے لیے دعا کی۔ انتہی۔

اس کے بعد اللہ تعالے فرماتے ہیں: فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

ترجمہ:

تواللہ نے انھیں دنیا کا بدلہ عطا فرمایااور آخرت کا اچھابدلہ بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تفسیر:

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نیک بندوں کو ان کی توحید، اللہ پر توکل کامل اور گناہوں سے معافی مانگنے کی وجہ سے دنیا میں بھی کامیابی دی، اور آخرت میں اپنے فضل وکرم سے انہیں جنت دے گا، آیت کے آخر میں اللہ نے ان کا اچھے نام کے ساتھ ذکر کر کے ان سے محبت کا اظہار کیا۔

اللہ والوں کا جہاد: جس طرح ایک مادہ پرست انسان کے نصب العین میں زمین وآسمان کا فرق اسی طرح ان کے طریق کار ہیں اور عام لوگوں کی روش میں عظیم امتیاز پایاجاتا ہے، مادیت پرست لوگ مادی خواہشات کے حصول کے لئے لڑتے ہیں اور اللہ والے بلند نصب العین کے ماتحت میدان جہاد میں کودتے ہیں۔ دنیاداروں کے سامنے خدا کی بادشاہت پھیلانے کا مقصد ہوتا ہے، ظالم اپنے نفس امارہ

کے لئے لڑتے ہیں اور خدائی مجاہد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، پھر جس طرح ان کے مقاصد میں اختلاف ہے، اسی طرح ان کے طریق جنگ میں بھی اختلاف ہے۔ دنیا کے قیاصرو اکاسرہ مادی قوتوں کو جمع کرتے ہیں اور اقلیم ایمان عقیدت کے شہنشاہ بصیرت و نیاز مندی کے متاع عزیز کو۔ ان آیات میں اسی نقشہ کو پیش کیا ہے کہ انبیاء کا ساتھ دینے والے سپاہی جنگ و لے کے نغموں سے مست ہو کر نہیں لڑتے، شراب و لے سے مخمور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ نہیں کرتے، بلکہ ایمان و مغفرت کا افشردہ پیتے ہوئے جنگ میں نبرد آزما ہوتے ہیں، خدا سے ڈرتے ہوئے اپنی لغزشوں سے معافی چاہتے ہوئے (آیت) ''ثبت اقدامنا''۔ کے نعرے لگاتے ہوئے جنگ کی آگ میں کودتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا دنیا کا ثواب اور عقبی و آخرت کی فیروز مندیاں ان پر سے نچھاور کر دیتا ہے، اس لئے کہ وہ جنگ میں بھی جہاں عام سپاہی اخلاق پش پشت ڈال دیتے ہیں، احسان و مروت کا پیکر ہوتے ہیں، ان کی دشمنی سوائے باطل اور باطل پرست کے اور کسی شے سے نہیں ہوتی، وہ اللہ کے لئے لڑتے ہیں اور اللہ کے لئے لڑتے ہیں اور اللہ کے لئے جیتے ہیں، ان کی کوئی حرکت اور ان کا کوئی اقدام ان کے اپنے لئے نہیں ہوتا، وہ پوری بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ رہتے ہیں۔ (آیت) ''واللہ یحب المحسنین''۔

- زيادة الإيمان في مثل هذه المواطن لأنهم كل الأسباب المادية انقطعت ولا يبقى عند الإنسان إلا الله ولهذا قال الله تعالى ﴿ ﴿١٧٢﴾ ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُواْ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾

ترجمہ:

وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کرلی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

تفسیر:

مجاہدین کا نعرہ مستانہ: (ف ۳) بدر صغری کا واقعہ ہے، ابو سفیان نے جب محسوس کیا کہ حسب وعدہ مسلمان مقام جنگ تک پہنچ جائیں گے تو اس نے نعیم کو بھیجا تا کہ مدینہ میں جا کر مسلمانوں کو مرغوب کرے، اس نے آکر کہا، مسلمانو! تم کیا غضب کر رہے ہو، ابو سفیان پوری تیاری کے ساتھ آرہا ہے، مدینہ سے باہر قدم رکھا تو یاد رکھو ایک بھی تم میں سے بچ کر نہیں آسکے گا، اگر مسلمان مجاہدانہ نکلے اور سالم و قائم واپس مدینہ لوٹے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ فوج کی کثرت' ساز و سامان کی چمک دمک مسلمان کے لئے مرعوب کن نہیں ہو سکتی، اس سے تو اس کے دل میں اور قوت و توانائی پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ (آیت) ''حسبنا اللہ'' کا نعرہ مستانہ لگا کر میدان جنگ میں کود پڑتا ہے۔

ابوسفیان کا اپنے چیلنج سے فرار:۔ غزوہ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے مسلمانوں سے جو خطاب کیا تھا۔ (۳: ۱۵۲)اس میں اس نے مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا کہ ایک سال بعد پھر میدان بدر میں مقابلہ ہوگا اور اس چیلنج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ لیکن جب وعدہ کا وقت قریب آیا تو ابوسفیان خود ہی ہمت ہار بیٹھا۔ کیونکہ اس سال مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنی اس خفت وندامت کو چھپانے اور الزام دوسرے کے سر تھوپنے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ خفیہ طور پر ایک شخص نعیم بن مسعود کو مدینہ بھیجا اور کچھ دے دلا کر اس کی ڈیوٹی یہ لگائی کہ وہاں جا کر یہ خبر مشہور کر دے کہ اس دفعہ قریش نے اتنی زبردست تیاری کی ہے اور اتنا لشکر جرار جمع کر رہے ہیں کہ پورا عرب بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور اس کا مقصد صرف مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنا تھا تاکہ مقابلہ کرنے کی انہیں ہمت ہی نہ رہے۔ چنانچہ اس نے مدینہ جا کر یہ افواہ خوب پھیلائی۔ لیکن اس پروپیگنڈا کا اثر ابوسفیان کی توقع کے برعکس نکلا۔ اس خبر سے مسلمانوں کا ایمانی جوش اور بھی بڑھ گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر میدان بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی ضمن میں بخاری کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے ﴿وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کہا تھا اور جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ قریش کے کافروں نے آپ کے مقابلے کے لیے بڑا لشکر جمع کر لیا ہے تو آپ نے بھی یہی کلمہ کہا اور یہ خبر سن کر صحابہ کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے بھی یہی کلمہ کہا۔ (بخاری، کتاب التفسیر) جب ابوسفیان کو یہ صورت حال معلوم ہوئی تو چار و ناچار نکلنا ہی پڑا۔ چنانچہ وہ دوہزار کی جمعیت لے کر مکہ سے روانہ ہوا۔ مگر دودن کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ اس سال لڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا آئندہ سال آئیں گے۔ اس کے ساتھی پہلے ہی یہی کچھ چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ وہیں سے واپس مکہ چلے گئے اور اس کی وجوہ کئی تھیں۔ مثلاً اس دفعہ اس کی فوج غزوہ احد کے مقابلہ میں صرف دو تہائی تھی۔ جبکہ مسلمانوں کی فوج دوگنا سے بھی زیادہ تھی۔ دوسرے وہ مسلمانوں کی جرات ایمان کو خوب ملاحظہ کر چکا تھا۔ تیسرے جو پروپیگنڈہ وہ پہلے کر چکا تھا اس مناسبت سے اس کے پاس لشکر نہایت قلیل تھا۔ چنانچہ اس پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے واپس مڑ جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ اس غزوہ کو غزوہ سویق بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ابوسفیان رسد کے طور پر ستو ہی ساتھ لایا تھا جو راستے میں گرتے بھی رہے اور واپسی پر اس رسد کو یہیں چھوڑ گئے۔ غزوہ سویق کے نتائج:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کے انتظار میں آٹھ روز تک بدر کے مقام پر ٹھہرے رہے۔ اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک تجارتی قافلہ سے کاروبار کر کے خوب فائدہ اٹھایا۔ پھر جب یہ پتہ چلا کہ ابوسفیان واپس چلا گیا ہے تو آپ بھی مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

- هؤلاء المحتلّون جبناء، قد بيّن الله لنا جبنهم فقال: (لا يقاتلونكم جميعا إلا في قرى محصنة أو من وراء جدر) وقال عنهم: (ولتجدنهم أحرص الناس على حياة).

ولأجل ذلك؛ وبدلاً من أن يواجهوا من نكّل بهم وأذلّهم ودنّس كرامتهم كما يواجه الأبطال الأبطال، صبّوا نيرانهم على رؤوس المدنيين من وراء مسافات وأدوات، فقتلوا الأطفال ودمروا المساكن وقطعوا المياه والكهرباء؛ فازدادت أسباب غضب الربّ عليهم وأسباب عقابهم، وازداد المسلمون عليهم حنقاً وغضباً وسقطت أقنعتهم أمام المخدوعين بهم .وستبقى صفة الجُبن فيهم إلى ذلك اليوم الموعود الذي سيختبؤون فيه وراء الشجر والحجر، كما أخبر بذلك نبينا محمد ﷺ في الحديث الصحيح والوعد الصادق.

- <u>مالذي ينبغي ومالذي يجب؟</u>

1– ایک عام فرد اس ماڈرن معاشرے میں کا کیا کر سکتا ہے؟ فہم الواقع اور میدان عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے؟
2– ہر انسان پر یہ واجب ہے کہ حسب استطاعت مدد کریں.

الدعاء لايستهين بالدعاء قد يقول بعض المصابين هناك نحن نموت وأنت تقول دعاء ﴿إِذۡ تَسۡتَغِيثُونَ رَبَّكُمۡ فَٱسۡتَجَابَ لَكُمۡ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلۡفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِينَ ٩﴾ سورة الانفال

ترجمہ:
جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کرلی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔

تفسیر:
1۔اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ....: اپنی تعداد، تیاری، اسلحہ کی کے تین گنا سے زیادہ اور ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہونے کی وجہ سے سب مسلمان ہی اپنے پروردگار سے مدد کے لیے فریاد کر رہے تھے۔ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہایت عجز اور الحاح کے ساتھ دعا فرما رہے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف

دیکھا، وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھی تین سو انیس آدمی تھے، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی طرف رخ کر کے ہاتھ پھیلا دیے اور اپنے رب سے بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: "اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ مجھ سے پورا کر، اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ مجھ سے پورا کر۔ اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔" آپ اپنے رب سے بلند آواز سے فریاد کرتے رہے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر کندھوں سے گر گئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، آپ کی چادر پکڑی، اسے آپ کے کندھوں پر ڈالا، پھر پیچھے سے آپ سے چمٹ گئے اور کہا: "اے اللہ کے نبی! آپ کا اپنے رب کو قسم دینا آپ کے لیے کافی ہے، کیونکہ یقیناً وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔" تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی۔ [مسلم، الجہاد، باب الإمداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر.....: ۱۷۶۳] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے بعد آپ یہ کہتے ہوئے نکلے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر: ۴۵] "یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔" [بخاری، المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ إذ تستغيثون ربكم.... ﴾: ۳۹۵۳]

2۔ اِنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ: ایک دوسرے کے پیچھے، یعنی پے در پے آنے والے ہیں۔ چنانچہ بدر میں فرشتے نازل ہوئے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: "یہ جبریل ہیں، اپنے گھوڑے کے سر (لگام) کو پکڑے ہوئے ہیں، لڑائی کے ہتھیار پہنے ہوئے ہیں۔" [بخاری، المغازی، باب شہود الملائکۃ بدراً: ۳۹۹۵] یہاں ایک ہزار فرشتے اترنے کے وعدے کا ذکر ہے جو واقعی اترے۔ رفاعہ بن رافع قرظی بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پوچھا: "تم اہل بدر کو اپنے میں کیسا شمار کرتے ہو؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں کے سب سے بہتر لوگ۔" یا اس کے ہم معنی کوئی بات کہی۔ (جبریل علیہ السلام نے) فرمایا: "اسی طرح وہ فرشتے بھی (افضل) ہیں جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔" [بخاری، المغازی، باب شہود الملائکۃ بدراً: ۳۹۹۲] سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے وعدے کا ذکر ہے، تطبیق کے لیے دیکھیے آل عمران (۱۲۴، ۱۲۵)۔

3– وعنْ أنس، أنَّ النَّبيَّ ﷺ قَالَ :جاهِدُوا المُشرِكِينَ بِأَموالِكُمْ وأَنْفُسِكُم وأَلسِنَتِكُم .رواهُ أَبُو داود بإسنادٍ صحيح.

عزاؤنا فيما يجري اليوم في غزة:

١ –إيمان أهلها وثباتهم واحتسابهم: (فما وهنوا لما أصابهم في سبيل الله وما ضعفوا وما استكانوا)

٢ –أن الله سيطفئ نار المعتدين: (كلما أوقدوا ناراً للحرب أطفأها الله)

٣ –تكالب الأعداء؛ فهو سبب خير وإن كان شراً في الظاهر: (ولما رأى المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم إلا إيماناً وتسليما)

٤ –أن الآلام مقابل الآلام أيضا: (إن تكونوا تألمون فإنهم يألمون كما تألمون)

٥ –أن أبواب الجنان مفتوحة: (ويتخذ منكم شهداء)

٦ –أن الأيام دول: (وتلك الأيام نداولها بين الناس)

٧ –أن زيادة شر المعتدين مبشرة بقرب استحقاقهم للعذاب والخزي في الدنيا: (الذين طغوا في البلاد . فأكثروا فيها الفساد . فصب عليهم ربك سوط عذاب . إن ربك لبالمرصاد)

٨ –أن العاقبة لنا، كما في الحديث الصحيح عن النبي ﷺ في أنهم سيختبئون وراء الشجر والحجر؛ فالحاصل الآن جولة، والنهايات محسومة ولو طال زمنها.

والله غالب على أمره..

•

• البعض يسيء لقضية غزة –دون أن يشعر– بدافع الغيرة والغضب، وذلك باستحقار المشاركات الإعلامية والمعنوية والمالية والقنوت والدعاء ونحو ذلك مما لا يستطيع أغلب الناس غيره، وذلك بالدعوة إلى حلول جذرية ليست بأيدي عامة الناس الذين يريدون نصرة إخوانهم بإمكاناتهم البسيطة، فيزداد الإحباط؛ لأنهم لا يستطيعون تقديم هذه الحلول الجذرية، ويتألمون غاية الألم لمصاب إخوانهم، وفي نفس الوقت يتمّ نسف جهودهم التي يبذلون فيها وسعهم .

وفي الحقيقة فإن هذه الجهود التي يستخفّ بها البعض مؤثرة جداً في هذا الحدث، ولها قيمتها، ويعتني بها العدوّ بصورة بالغة جداً ويحشد لها الكثير، مع كونه يمتلك الآلة العسكرية الضخمة.

والخلاصة: لا تحتقر أي شيء بإمكانك تقديمه، فالميدان واسع، وقد دعا النبي ﷺ أصحابه إلى التصدق ولو بشقّ تمرة حين رأى احتياج القوم الذين أتوه في غاية الفاقة والفقر.

• جب جب یہود نے فساد کیا ان کو اس کی سزا دی جائے گی اور عذاب دی جائی گی دنیاوی طور پر.

﴿وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝٤ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا

مَّفْعُولًا ۝٥ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَٰكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا
۝٦ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْءَاخِرَةِ لِيَسُـۥٓـُٔوا۟ وُجُوهَكُمْ
وَلِيَدْخُلُوا۟ ٱلْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا۟ مَا عَلَوْا۟ تَتْبِيرًا ۝٧ ﴾

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا : یعنی اگر تم پھر دوبارہ حد سے بڑھے اور فساد کبیر کے مرتکب ہوئے تو ہم دوبارہ تمھارے ساتھ وہی پہلے جیسا سلوک کریں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہود مدینہ کے ساتھ صلح کے ساتھ رہنے کا اور متحد ہو کر حملہ آور دشمن کا مقابلہ کرنے کا معاہدہ کیا، مگر بنو قینقاع نے ایک مسلم خاتون کی بے حرمتی کی، پھر معاہدہ توڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا اور آخر کار انھیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کسی معاملے کے لیے بنو نضیر قبیلہ میں تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کو چھت سے پتھر گرا کر شہید کرنے کی سازش کی، جو آپ کے علم میں آگئی، آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا، وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان کی کتاب تورات میں مذکور سزا دینے کا ارادہ کیا، مگر ان کے ہمدرد عبد اللہ بن ابی منافق کے حد سے بڑھے ہوئے اصرار پر آپ نے ان کی جاں بخشی کر کے انھیں بھی جلاوطن کر دیا۔ پھر تیسرے قبیلے بنو قریظہ نے خندق کے موقع پر جب دس ہزار کفار کے لشکر جرار نے مدینہ جیسی چھوٹی سی بستی پر یلغار کر کے محاصرہ کیا ہوا تھا، انھوں نے عین حالت جنگ میں معاہدہ توڑ کر دشمن کا ساتھ دیا، تو حملہ آوروں سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہ مقابلہ نہ کر سکے تو مسلمانوں میں سے اپنے پرانے خیر خواہ اور ہمدرد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا، اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر حوالے ہوتے تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے قبیلوں کی طرح رعایت فرماتے، مگر جب انھوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مانا، اس امید پر کہ وہ عبد اللہ بن ابی منافق کی طرح ہماری پرانی دوستی کا خیال رکھیں گے تو سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اب وقت آگیا ہے کہ سعد کو اللہ کا حکم نافذ کرنے کے راستے میں کوئی دوستی حائل نہ ہو۔'' چنانچہ انھوں نے وہ فیصلہ کیا جو تورات میں مذکور تھا اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ کا فیصلہ قرار دیا۔ چنانچہ ان کے تمام بالغ مرد جو سات سو تھے، قتل کر دیے گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی و غلام بنا لیا گیا۔[دیکھیے بخاری، المغازی، باب مرجع النبي صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب :.... ۴۱۲۲] یہ ''وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا'' کی ایک تفسیر تھی۔ پھر خیبر والوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے تو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام یہود و نصاریٰ کو پورے جزیرۂ عرب سے جلاوطن کر دیا۔ پھر اللہ کے وعدے کے مطابق ان کی ہر سرکشی پر ان کی سرکوبی کرنے والا کوئی نہ کوئی فرماں روا ہمیشہ ان کا بندوبست کرتا

رہا۔ (دیکھیے اعراف : ۱٦۷) قریب زمانے میں ہٹلر نے انھیں عبرت ناک انجام سے دوچار کیا۔ اب تمام کفار نصاریٰ، کمیونسٹوں اور بت پرست ہندوؤں کی پشت پناہی سے، پھر یہ لوگ فلسطین میں قدس پر قبضہ کر کے اپنی ریاست اسرائیل کے نام سے بنا کر فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں اور مسلم دشمنی کی وجہ سے تمام کفار ان کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس کے وعدے کے مطابق عنقریب ان کے ساتھ دوبارہ وہی کچھ ہونے والا ہے جو پہلے ہوتا رہا ہے۔ پھر وہ وقت بھی آکر رہے گا جب مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں پتھر اور درخت بھی ان کے قتل کے لیے مسلمانوں کو ان کی اطلاع دیں گے، جیسا کہ اس سے پہلے صحیح مسلم کی حدیث میں گزرا ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے جسے نافذ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ بنی اسرائیل کی یہ ساری داستان مسلمانوں کو عبرت کے لیے سنائی گئی ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمھارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔

- كَتَبَ أحدهم سائلاً:

والله يا أحمد ما أكذب عليك

حين أرى مقاطع الأطفال المقطّعين والميتين بفلسطين ويأتي في بالي الآيات والأحاديث أن الله يستجيب دعوة الداعي المظلوم المكروب وإن كان كافرا، فما بالك بمسلم مؤمن وطفل؟؟

يأتيني وسواس ويقول .. أين الله عز وجل؟ وأين حمايته ونصره؟

والجواب:

دفعا لمثل هذه الوساوس أقول:

١ –الله سبحانه كما بيّن لنا أنه يجيب الدعاء فقد بيّن أنه يقدّر البلاء، وبيّن لنا أنه لا دخول إلى الجنة دون هذا الابتلاء: (أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم مستهم البأساء والضراء وزلزلوا) فلا تأخذ بالخبر الأول وتترك الثاني.

٢ –الله سبحانه قصّ علينا في كتابه قصصا مشابهة لما يحدث في غزة، بل أفظع منها؛ فقال عن فرعون: (يذبّح أبناءهم ويستحيي نساءهم)

ثم بيّن لنا أنه نصر هؤلاء المستضعفين بعد زمن فقال: (وأورثنا القوم الذين كانوا يُستضعفون مشارق الأرض ومغاربها) وبيّن أنه نصرهم بسبب الصبر: (وتمّت كلمة ربك الحسنى على بني إسرائيل بما صبروا) فالقصة لا تكتمل إلا في نهايتها وليس من البداية.

٣ –أن الله سبحانه بيّن لنا أن من سنّته: إمهال الظالمين مدة ثم يأخذهم: (إنّما نُملي لهم ليزدادوا إثما) وقال ﷺ: (إن الله ليملي للظالم) فالصورة لها جانبان: جانب متعلق بالمظلوم، وجانب متعلق بالظالم، ولا يكتمل المشهد إلا برؤية الجانبين، فعادة الله الدائمة: عدم معاجلة المجرمين بل تركهم واستدراجهم ثم أخْذهم.

٤ –أنّ معيّة الله للمؤمنين لا تتمثل في النصر فقط، بل تتمثل كذلك في تثبيت القلوب وإنزال السكينة: (إذ يوحي ربك إلى الملائكة أني معكم فثبتوا الذين آمنوا). وهذا ما نشاهده بأعيننا في أهل غزة وغيرهم من المؤمنين الذين يصبرون على الأهوال التي لا يحتملها البشر، بينما ينهار غير المؤمن بأقل من ذلك بكثير.

٥ –أنّ الله أخبرنا عن الجزاء الأخروي كثيرا في كتابه، وأن هذه الدنيا متاع الغرور، وأنها فانية، وأنه سيضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئا، وأخبرنا عن النار والعذاب والنكال للمجرمين، وحينذاك تستوفى كل الحقوق، ومن ينظر بعين واحدة إلى الدنيا فلن يفهم.

٦ –أنه ومع ذلك كله فإنه لا شك ولا ريب في أن العاقبة (في الدنيا) للمتقين إذا قاموا بدينه ونصروه، وأن الله سينصر جنده وينجيهم كما فعل مع نوح وإبراهيم وصالح وهود ولوط وموسى وعيسى ومحمد عليهم صلوات الله أجمعين، وليس ذلك خاصا بهم بل هو وعد مستمر وسنة ثابتة، بعد التمحيص، والبلاء: (حتى إذا استيئس الرسل وظنوا أنهم قد كذبوا جاءهم نصرنا)

ونحن إذا قمنا بما يحب الله وبذلنا ما علينا فلا يمكن أن يخلف الله وعده.

–وبعد ذلك كله؛ فهناك تفصيل أكثر وكلام أهم لا يتسع له هذا المقام، ولكني فصّلت فيه كثيرا في سلسلة (السنن الإلهية) وتحدثت بشكل واضح: متى يهلك الله الظالمين المجرمين؟

-
- من لوازم الأخوة الإيمانية : ألا يخذل المسلم أخاه ، وألا يسلمه لعدوه دون عون ولا نصرة.

قال صلى الله عليه وسلم " المسلم أخو المسلم، ولا يخذله، ولا يحقره" رواه مسلم.

وقال صلى الله عليه وسلم " المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه " متفق عليه.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری

کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے کے عیب چھپائے گا۔

وأخوف ما في هذا الباب أن المعاملة فيه من جنس العمل ، وأن العقوبة من جنس الصنيع ، فمن أعان أخاه أعين ، ومن ستره ستره الله ، ومن نصره نصره الله ، ومن خذله خذل في موقف يحب أن ينصر فيه .

وكما يصدق ذلك على الأفراد فإنه يصدق على الأمم والدول ، وانظر حولك ترى شعوبا ضربت فجأة بزلزال مدمر ، أو فيضان كاسح ، أو فتنة عمياء واقتتال داخلي ، أو فقر وجوع ، وربما ظنوا أنفسهم في مأمن من ذلك كله فبدل الحال ما بين عشية وضحاها.

عَنِ ابْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ، وَانْكَفَأَ الْمُشْرِكُونَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: " اسْتَوُوا حَتَّى أُثْنِيَ عَلَى رَبِّي " فَصَارُوا خَلْفَهُ صُفُوفًا، فَقَالَ: " اللهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، اللهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَا (1) أَضْلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ، اللهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ الْمُقِيمَ الَّذِي لَا يَحُولُ وَلَا يَزُولُ، اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ، وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ، اللهُمَّ إِنِّي عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَشَرِّ مَا مَنَعْتَ (2)، اللهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ، وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا، وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ، اللهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ، وَأَحْيِنَا مُسْلِمِينَ، وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُونِينَ، اللهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ، وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ، اللهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ (3)، الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ، إِلَهَ الْحَقِّ "